Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:12 (1979)

انڈونیشی اور ملائی زبانوں میں اسلامی ادب

ڈاکٹر عفان سلجوق

جنوب مشرقی ایشیا کی یہ دونوں توام زبانیں اسلامی ادب کے بے بہا خزینوں سے معمور ہیں۔ مسلمانوں کے ذہنی اور فکری ورثے اور اسلامی تمدن و ثقافت کا کوئی مطالعہ اس وقت تک مکمل اور جامع نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اس ضمن میں اسلام کی انتہائی مشرقی سرحدوں یعنی انڈونیشیا اور ملائشیا میں اسلامی تہذیب و ثقافت اور یہاں کے اسلامی ادب کا احاطہ نہ کیا جائے۔ انڈونیشیا کی اس دور کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہونے اور مسلم قوم کی ایک بڑی تعداد کا جنوب مشرقی ایشیا میں سکونت رکھنے کی بنا پر اس خطے کی جانب توجہ دینا ضروری ہو گیا ہے۔ جیسے کہ ماضی میں نظر انداز کیا جاتا رہا۔ فلپائن کے مسلم حریت پسندوں اور جنوبی تھائی لینڈ کے سر فروشان اسلام کی اپنے قومی تشخص اور کردار اور اپنے منفرد مذہبی اور سماجی نظام کے تحفظ کی خاطر جو قربانیاں دے رہے ہیں اس کے پیش نظر بھی جنوب مشرقی ایشیا میں اپنے دینی بھائیوں کے تمدن ثقافت اور تاریخ کی جانب توجہ دینا از بس ضروری ہو گیا ہے۔ پچھلے چند برسوں سے ملائشیا کی قومی جامعہ میں مجھے درس و تدریس کا موقع ملا۔ اپنے قیام کوالالمپور کے دوران انڈونیشی اور ملائی ادب کا جو مطالعہ میں نے کیا اس پر میں ان دونوں زبانوں میں اسلامی ادب سے متعلق انہیں اطلاعات اور معلومات کو ضبط تحریر میں لاتے ہوئے مجھے بے انتہا خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام بھی اسے پسند فرمائیں گے۔ موضوع پر کچھ لکھنے سے قبل یہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس بات کی صراحت کردی جائے کہ انڈونیشی اور ملائی دراصل ایک ہی زبان ہے۔ علاقائی اثرات کی بنا پر تلفظ اور املا کے بہت ہی معمولی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ علاقے کی آزادی اور ملائیشیا اور انڈونیشیا کے معرض وجود میں آنے کی وجہ سے اصل ملائی زبان کو اس خطے میں ملائی انڈونیشی کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ اپنے مطالعہ کا آغاز ہم قرآن، حدیث اور تفسیر کی کتابوں کے تذکرے سے کرتے ہیں۔

قرآن، حدیث، تفسیر

جنوب مشرقی ایشیا میں اسلام مسلم مبلغین، صوفیاء کرام اور تاجروں کے ذریعے پھیلا۔ اسلام کی اشاعت سے متعلق ایک نظریہ یہ ہے کہ چین کی بندرگاہ زیتون (Canton) میں ۸۷۷ء میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اس خانہ جنگی میں کثرت سے غیر ملکی تاجر بالخصوص مسلمان ہلاک و زخمی ہوئے۔ بگڑی صورت حال کے پیش نظر مسلمان تاجروں کی ایک بڑی تعداد نے چین سے مہاجرت کی اور جزیرہ نمائے ملایا کے ساحل پر واقع بندرگاہ کلہ موجودہ (Keddah) میں پناہ لی۔ اس علاقے میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے ذمہ دار یہی مہاجرین تھے جو سارے جزیرہ لما میں پھیل گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اسلام ایک عرب صوفی بزرگ شیخ اسماعیل کی وساطت سے پھیلا۔ جنہوں نے کہ پاسی (Pasi) جو کہ جزیرہ سماٹرہ میں ایک ریاست تھی اس کے فرمانروا کو مشرف بہ اسلام کیا اور اس کا نام سلطان ملک الصالح رکھا۔ ملک صالح نے ۱۲۹۷ء میں وفات پائی۔ دونوں نظریات کے پیش نظر یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اس خطہ میں سب سے پہلے اسلام متعارف کرانے والے مشرق وسطیٰ سے تعلق رکھتے تھے جن کی مادری زبان بہ اغلب گمان عربی تھی۔ اس طرح اس خطے میں عربی زبان

کی تدریس اور توسیع کا آغاز یہاں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ شاید یہی وہ وجہ تھی کہ جس کی بنا پر قرآن مجید کے ملائی زبان میں ترجمہ کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ ملائی زبان میں اس کے ترجمے سے زیادہ صحت اور صحیح تلفظ کے ساتھ اس کی تلاوت کی جانب زیادہ توجہ دی۔ موجودہ دور میں سالانہ مقابلہ حسن قرات جو بین الاقوامی بنیاد پر کوالالمپور میں منعقد کیا جاتا ہے۔ حسن تجوید و قرأت کی اس علاقے میں اعلیٰ اقدار اور روایات کو بخوبی منعکس کرتا ہے۔ ملائشیا کے مغربی ساحل پر واقع عربی مدارس جن کے معیار کو جامع الازہر تسلیم کرتی ہے۔ قرآن شریف کی صحیح قرأت اور عربی زبان سے شغف کی واضح ترجمانی کرتے ہیں۔

(۱) قرآن شریف کا ایک ترجمہ جس کا مترجم مجہول اور مخطوطہ کی تاریخ استنساخ نا معلوم ہے کوالالمپور ملائی زبان انجمن (Devan-Bohasdan) کے کتب خانے میں شمارہ ۹۷ کے تحت محفوظ ہے۔

(۲) جامع کیمرج کے کتب خانے میں بھی قرآن شریف کا ایک ترجمہ مخطوطہ کی صورت میں شمارہ ۳۰۱-۶-۸-۰۵ MSS کے تحت موجود ہے۔ یہ ترجمہ نامکمل ہے اور مترجم اور مخطوطہ کی تاریخ استنساخ دونوں مجہول ہیں۔

(۳) تحفۃ الاخوان کی تجوید القرآن

مؤلف کا نام اسماعیل ابن عبدالمطلب الاچہ ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے ماقبل مؤلف آچہ (سماٹرا) کی اسلامی ریاست سے تعلق رکھتا تھا مگر کتاب کے حوالے سے اس کا زمانہ حیات متعین نہیں کیا جاسکتا۔ تحفۃ الاخوان واراجہاب کتب العربیہ، مصر سے ۱۳۱۱ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

(۴) کتاب تجوید القرآن

مؤلف حسین ناصر محمد طیب البخاری کے حالات زندگی بھی ھماری دسترس میں نہیں ھیں۔ فوق الذکر کتاب مؤلف کی ایک اور تالیف کتاب الخیاح فی علم اصول الدین کے ساتھ منسلک مکتبہ ''دارالمعارف،، نپانگ سے شائع ہوئی ہے مگر تاریخ اشاعت درج نہیں۔

(۵) تفسیر قرآن جیلانی

مفسر کا پورا نام درج نہیں ھے۔ یہ تفسیر ۱۴۰۹ء میں جاوا کی مسلم ریاست دماک کے راجہ کے لئے لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب مخطوطہ کی صورت میں ملائی زبان کی انجمن (Deva-Bahasa) کے کتاب خانہ میں شمارہ ۹۷ کے تحت محفوظ ھے۔

(۶) ھلوان کے باجیکان

عربی عنوانات سے ھٹ کر جو کہ ملائی اسلامی ادب کی ایک روایت بن چکے تھے اس کتاب کا نام ٹھیٹ ملائی زبان میں رکھا گیا۔ مؤلف گمنام ھے۔ زیر نظر کتاب سلطنت ملاکا کے آخری فرمانروا سلطان محمود کے لئے ۱۵۱۱ میں لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب شائع نہیں ھوئی ھے اور ملائی زبان کی انجمن کے کتب خانہ میں مخطوطہ کی شکل میں شمارہ ۲۷ کے تحت موجود ھے۔ کتاب کا موضوع تفسیر اور حدیث ھے۔

(۷) دعا وان جمل

جیسا کہ عنوان سے ظاھر ھوتا ھے یہ کتاب دعاؤں اور مناجات پر مشتمل ھے جو قرآن شریف میں درج ھیں۔ مخطوطہ میں اصل عربی اوز ملائی دونوں متون شامل ھیں۔ مؤلف اور تاریخ استنساخ سے متعلق کوئی اطلاع

هماری دسترس میں نہیں۔ زیر نظر مخطوطہ ملائی زبان انجمن کے کتب خانہ میں شمارہ ۱۳ کے تحت محفوظ ہے۔

(۸) تنبیہہ الغافلین

مؤلف کا نام عبداللہ ابن عبدالمبین ہے جو اٹھارویں صدی میں بقید حیات تھا۔ کتاب کا موضوع حدیث ہے مذکورہ کتاب سنگاپور سے ۱۷۲۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔ مزید اشاعتوں کا پتہ نہیں چلتا۔

مذکورہ بالا آثار کے ذکر سے یہ غلط تأثر لینا کہ ملائی کلاسیکی ادب میں اسلامی موضوعات پر یہی سرمایہ اس کی کل کائنات ہے یقینی طور پر اس کے حق میں نا انصافی ہوگی۔ قرآن حدیث اور تفسیر جیسے اہم موضوعات پر ملائی زبان میں یقینی طور پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہوں گی مگر علم و دانش کے یہ بیش بہا موتی زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ نو آبادیاتی تسلط خانہ جنگیوں اور سب سے بڑھ کر خطہ استواء کی مرطوب گرم آب و ہوا نے مخطوطات کو تباہ کرنے میں اہم کردار انجام دیا۔ پرتگالیوں، ولندیزیوں اور انگریزوں کی اس علاقے میں حریفانہ سیاسی آویزش اور اثر و نفوذ نے مسلمانوں کے علمی، تمدنی اور ثقافتی ورثے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ ان وجوہات کی بنا پر ان موضوعات پر وافر مواد نہیں ملتا۔ جامعہ لائیڈن، جامعہ کیمرج۔ ملائی زبان کی انجمن۔ جامعہ ملایا اور ملائشیا کی قومی جامع کے کتب خانوں میں جن مخطوطات کی نشاندھی ہو چکی ہے اور وہ شخصاً منضبط ہو چکے ہیں ان پر ان اوراق میں تبصرہ کیا گیا ہے۔

اسلامی ادب کے ضمن میں ان بنیادی موضوعات پر ملائی زبان میں مواد کی کمیابی کی توضیح اس حقیقت سے بھی کی جا سکتی ہے کہ مفسرین اور

محدثین عربی اور فارسی زبانوں میں ان علوم کے تقریبا تمام زاویوں اور گوشوں پر اس قدر جامع اور سیر حاصل کام کر چکے تھے کہ ان پر مزید کچھ روشنی ڈالنے کی کوئی خاص گنجائش ھی باقی نہیں رھی تھی۔ عربی کے متداول اور علمی زبان ھونے کی بنا پر شامی علماء کو مشرق وسطیٰ کے علمی مراکز میں پایہ تکمیل تک پہنچنے والی کتابوں تک بہ آسانی رسائی حاصل تھی۔ اس خطے میں فارسی علماء کی موجودگی بھی تاریخی طور پر مسلم الثبوت ھے جیسے کہ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ۴۶ - ۱۳۴۵ء میں آچہ کے شاھی دربار میں دو ممتاز ایرانی علماء قاضی ابو سعید شیرازی اور تاج الدین اصفہانی سے ملاقات کر چکا تھا۔ اس طرح قرآن اور حدیث کی طرف ملائی علماء نے زیادہ توجہ نہ دی بلکہ انھوں نے فقہ اصول الدین تصوف اور کلام کو اپنی فکری استعداد کی جولانگاہ بنایا اور اس موضوع پر اپنی تالیفات اور تصنیفات کی ایک طویل فہرست ھمارے ورثے میں چھوڑی جو ھمارے لئے باعث فخر و امتیاز ھے۔ جن موضوعات پر ان علماء نے خصوصی توجہ دی ان میں ایک اھم موضوع کتب سیر و مغازی،، ھے۔ بے جا نہ ھوگا اگر اس بات کا یہاں ذکر کر دیا جائے کہ غزوات اور معجزات سے متعلق جو آثار ھم تک پہنچے ھیں ان کی نوعیت داستانی اور افسانوی ھے جسے حقیقت سے کوئی موافقت نہیں اس ضمن میں غزوات نبوی سے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں ھیں وہ تمام کی تمام افسانوی ادب کا حصہ قرار پائی ھیں۔ ملائی علماء کی اس فکری روش کا آئندہ صفحات میں تجزیہ کیا جائے گا۔

(۹) بدر التمام فی نجوم الثواقب

مؤلف ابن محمد زین الپٹانی کا تعلق ۱۹ صدی عیسوی سے ھے۔ پٹانی (Patani) کا باشندہ ھے۔ جو کہ ملائشیا اور تھائی لینڈ کے مابین ایک آزاد مسلم ریاست تھی۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں ایک نو آبادیاتی

سازش کے ذریعہ اس کا قلع قمع کر دیا گیا۔ ملائیشیا کی قومی جامعہ سے جو ملائی کلاسیکی ادب کی فہرست شائع ہوئی ہے اس میں پٹانی کو قطانی لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔ یہ تسامح اصل ملائی لفظ کے عربی میں فتانی لکھے جانے اور اس کے بعد پھر رومی رسم الخط میں اس کی منقول کی بنا پر واقع ہوا ہے۔ کتاب چھپی ہوئی ہے مگر مقام و تاریخ اشاعت کا پتہ نہیں چلتا۔ کتب سیر کے سلسلے میں ایک اہم تصنیف شمار ہوتی ہے۔

(۱۰) التحفہ المرسلہ الیٰ روح النبی

فضل اللہ برھانپوری کی تالیف ہے۔ جامع لائیدن کے کتب خانہ میں شمارہ ۱۹۵۷ Mss Cid.Or 1957 کے تحت اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ مزید قلمی نسخوں کا پتہ نہیں چلتا۔

(۱۱) ضوء المعراج

مؤلف احمد خطیب ابن عبدالطیف المننکباوی کے حالات زندگی بھی پردہ خفا میں ھیں۔ زیر نظر کتاب کا اصل موضوع معراج ہے۔ ضوء المعراج مکتبہ مطبوعات المیدیہ سے ۱۹۰۲ میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ امر واضح نہیں ہے کہ یہ مکتبہ کہاں واقع ہے۔

(۱۲) کفایت المحتاج

مؤلف مسعود ابن عبداللہ الپٹانی انیسویں صدی عیسوی کے ایک عالم تھے جن کا تعلق پٹانی (Patani) سے تھا۔ فوق الذکر کتاب سنگاپور سے ۱۸۰۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱۳) حکایت بلام بیلادوا یا حکایت معجزات نبی

کتاب کا مؤلف گمنام ہے۔ یہ دو مختلف عنوانوں سے موسوم ہے اور اس کے

دو قلمی نسخے موجود ھیں جن کی نشاندھی ھو چکی ھے ۔ ان قلمی نسخوں میں سے ایک جامعہلائیڈن کے کتب خانہ میں ھے جس کا شمارہ Mss. Cod. or 7324 ھے دوسرا قلمی نسخہ برلن۔ جرمنی کے Poeusstische Staatsbibliothe میں موجود ھے جس کا شمارہ (Mss. Schode Mann V. 44) ھے ۔

(۱۴) چریترہ نبی لاھر

گمنام مؤلف کی تالیف ھے۔ روائیتی انداز سے ھٹ کر اس کا بھی عنوان ٹھیٹ سلائی ھے قلمی نسخہ جامع لائیڈن میں شمارہ (Mss. Oph-59) کے تحت محفوظ ھے ۔

(۱۵) حکایت برنگ بارو بارو

مؤلف اور تاریخ استنساخ دونوں کا پتہ نہیں چلتا اس کا ایک مخطوطہ موجود ھے جو جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں شمارہ (Mss. Oph) کے تحت محفوظ ھے ۔

(۱۶) حکایت نبی

مؤلف اور تاریخ استنساخ دونوں مجہول ھیں ۔ یہ عنوان معمولی فرق اور افسانوں کے ساتھ کافی مروج اور مداول رھا ھے اور کئی کتابیں اس نام سے موسوم ھیں ۔ حکایت کا موضوع رسول پاک کی حیات طیبہ کے عام حالات سے متعلق ھے ۔ اس کتاب کے دو قلمی نسخے موجود ھیں ۔ جن میں سے پہلا Poeussiche - Stats Bibliothok برلن میں شمارہ Mss. Schoemann- v. 47 کے تحت اور دوسرا نسخہ جامعہ لائیڈن کے کتب خانہ میں (Mss. Cod Or. 3288, کے تحت محفوظ ھے ۔

(۱۷) حکایت نبی بر شکر

اس حکایت کے بھی دو قلمی نسخے موجود ھیں۔ پہلا نسخہ جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں محفوظ ہے (Mss. Cod. Or 3345) دوسرا نسخہ بھی ھیگ کے
Konin Klijk Institute Voor Toal land en vol Kunde van Neder landsche-Indie Mss H.S. 369.
میں موجود ہے۔

(۱۸) حکایت نبی معراج

معراج نبوی کے موضوع پر ایک مستقل تصنیف ہے۔ ملائی ادبی روایت کے مطابق اس کتاب کے مؤلف اور مخطوطہ کے تاریخ استنساخ کا پتہ نہیں چلتا۔ اس حکایت کے تین نسخے جامع لائیڈن، انڈیا آفس لائبریری اور نیدر لینڈ، ایڈیز کے انسٹیٹیوٹ کی مخطوطات کی فہرستوں میں درج ھیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں Mss. Cod or 1713
انڈیا آفس کے کتب خانہ میں Mss-Malay B 3/4 Liedon 69-100.2609
اور نیدر لینڈ۔ انڈیز انسٹیٹیوٹ میں Mss. H.S. 605
کے تحت درج ھیں۔ ان مخطوطات کے علاوہ زیر تبصرہ حکایت:
Journal of the Malayasian Branch of the Royal Asiatic Society, No. 82 Sept 1920 (JMBRAS)
میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱۹) حکایت نبی محمدؐ

اس نام کی دو حکایتیں موجود ھیں جن میں سے پہلی حکایت کے ساتھ حکایت راجہ خیبر کا اضافی عنوان بھی ملتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس مخطوطے میں یہ دوسری حکایت بھی شامل ہو جو بحیثیت ایک علیحدہ حکایت کے جامع

لائیڈن کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا آئندہ صفحات میں ذکر آئے گا۔
اس حکایت کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں : Mss. Malay D 5/4,
Liedon 373.102673 کے تحت محفوظ ہے۔

زیر نظر حکایت

Journal of the Malaysian Branch of the Royal Asiatic Society No. 82-
Sept 1920 JMBRAS
میں شائع ہو چکی ہے۔

اس نام سے موسوم دوسری حکایت جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں شمارہ
Mss. Cod. or 1744 کے تحت موجود ہے۔

(۲۰) حکایت نبی وفات

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے رسول پاک کے سانحہ ارتحال کے واقعات اس میں درج ہیں۔ کتاب کا انداز اردو اور فارسی زبانوں میں وفات ناموں سے ملتا جلتا ہے۔ اس موضوع پر آئندہ صفحات میں روشنی ڈالی جائے گی۔ اس حکایت کے تین قلمی نسخوں کی نشاندھی ہو چکی ہے جو سب کے سب نیدر لینڈ میں موجود ھیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا قلمی نسخہ Konin Klik Instituut شمارہ H.S. 569 کے تحت
دوسرا نسخہ جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں شمارہ Mss. cod or 1767 کے
تحت اور تیسرا اسی کتب خانہ میں Mss. cod. 7324 کے تحت محفوظ ھیں۔

(۲۱) حکایت نور محمد

اس عنوان سے دو مختلف حکایتیں موسوم ھیں جن میں سے پہلی شائع ہوچکی ہے جب کہ دوسری مخطوطہ کی صورت میں محفوظ ہے۔ حکایت نور محمد دوسری دو حکائیتوں حکایت نبی بر شکر اور حکایت نبی وفات کے ساتھ دارالمعارف

پنانگ سے چھپ چکی ہے مگر تاریخ اشاعت واضح نہیں ہے اس نام کی دوسری کتاب قلمی نسخے کی صورت میں موجود ہے ۔ اس کا ایک نسخہ جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں شمارہ (Mss cod or 1758) کے تحت اور دوسرا برلن کے (Preacissche Stastsbideliothek) میں (Mss. Scheomann, V 47) کے تحت محفوظ ہے ۔

(۲۲) حکایت رسول اللہ

اس حکایت کے دو نسخے برلن کے (Preasissche Statsbibliothek) میں شمارہ (Mss. Scheomann V. 30-32 کے تحت موجود ہیں ۔ اس کے علاوہ زیر نظر کتاب (JMBRAS) میں (J. 4. 1926)کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہے ۔

(۲۳) حکایت راجہ خندق

رسول مقبول کی حیات طیبہ سے متعلق ملائی ادب کے اس جائزے کی ابتدا سے قبل یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ جو کتابیں ہماری دسترس میں ہیں ان میں سے بیشتر افسانوی حیثیت کی حامل ہیں بالخصوص غزوات نبوی سے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں وہ ساری کی ساری افسانوی ادب کا حصہ قرار پائی ہیں ۔ جنہیں کہ حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ اس ضمن میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ملائی علماء نے ان مقامات کو جہاں کہ یہ غزوات وقوع پذیر ہوئے شہزادوں کے روپ میں پیش کیا جو کفر و ظلمت کے اندھیروں میں گم رہتے ہیں مگر بعد میں رسول اللہ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے ان غزوات کے ناموں سے قبل لفظ راجہ استعمال کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں تمام اہم غزوات پر علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی گئیں جن کا ذکر

آئندہ صفحات میں آئے گا۔ ملائی مؤلفین کی اس ادبی روش اور رجحان پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔

حکایت راجه خندق کتب مغازی کے اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جس کے مؤلف یا مخطوطه کی تاریخ استنساخ کا کوئی پته نہیں چلتا۔ اس کتاب کے تین قلمی نسخوں کی نشاندهی ہو چکی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جامع لائیڈن کے کتب خانه میں اس کے دو نسخے موجود ہیں جن کے شمارے (Mss. Cod. or 3307, Mss. Cod 7324) میں تیسرا نسخه Kenin Klijk Institute شماره H.H. 177 کے تحت موجود ہے۔

(۲۴) حکایت راجه خیبر

جیسا که عنوان سے واضح ہوتا ہے که کتاب کا موضوع غزوه خیبر ہے اس کا ایک قلمی نسخه جامع لائیڈن کے کتب خانه میں شماره Mss. Klin Keot کے تحت محفوظ ہے۔

(۲۵) حکایت راجه بدر

جنگ بدر سے متعلق اس حکایت کے کسی قلمی نسخه کی نشاندهی نہیں ہو سکی البته مشہور ڈچ عالم Hargvonje نے اپنی تصنیف The Achenese (Vol II) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یه عین ممکن ہے که انیسویں صدی میں مورد نظر کتاب موجود رہی ہوگی مگر جو فہرستیں میری دسترس میں ہیں کم از کم ان میں اس داستان کا کوئی ذکر نہیں۔ یه بات قرین قیاس ہے که جب که اور غزوات کی جانب ملائی مؤلفین نے توجه دی تو اس مشہور اور سب سے پہلی کفر و سلام کی جنگ کی جانب بھی ضرور توجه دی ہوگی۔

کفایت المحتاج، کے بعد جتنی کتابیں بھی ہماری زیر بحث آئیں ان میں [illegible] مشترک ہے که ان کے مؤلف گمنام ہیں اور ان کی تاریخ استنساخ کا

کا مقابله کرنے کے لئے اسلامی ذریعه ادب اور حماسه سرائی کی مسلمانی روایات کا سہارا لینا پڑا۔ چنانچه امیر حمزه اسکندر محمد ابن حنیفه اور سب سے بڑھ کر شیر خدا حضرت علی کے بہادری اور شجاعت کے کارناموں کو یہاں متعارف کرایا گیا۔ مبلغین کی ایک بڑی تعداد ہندوستان سے آئی تھی جہاں پر اس قسم کا ادب پہلے ہی سے مروج اور متداول تھا اس طرح یه داستانیں زبان زد خاص و عام ہوئیں اور کوئی شخص تنہا ان کے ترجموں یا تألیف کا دعویدار نه بن سکا۔ شاید یہی وجه ہے که ان کتابوں کے مؤلفین نے گمنامی اختیار کی۔ رسول اکرمؐ کی حیات طیبه سے متعلق جن کتابوں کا بیان ذکر کیا گیا وہ بھی اس پس منظر میں ضبط تحریر میں لائی گئیں جو تألیفات که سنجیده اور معیاری تھیں اور کسی اہل دانش کے ذہنی ترشح کی آئینه دار تھیں ان کے مؤلفین گمنام رہے که اس انداز کو قبول نه کیا اور اپنا نام بطور یاد گار چھوڑ گئے۔

رسول اکرمؐ کے معجزات اور آپ کے اس دنیا سے پرده کرنے کے واقعات سے متعلق جو ادب ملائی زبان میں ملتا ہے وہ ہندوستان سے مستعار لیا گیا ہے بہت سی کتابوں کے عنوانات ایسے ہیں که جس کے تحت فارسی اور اردو زبانوں میں پہلے ہی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ڈچ عالم هریقونیه The kchenesei Hargvonje نے ایسی کئی کتابوں کی نشاندهی کی ہے بقول اس کے اس سلسلے کی کئی رزمیه داستانوں کے فارسی اور اردو متنوں بمبئی کے فتح الکریم پریس سے شائع ہو چکے ہیں۔ ملائی داستانی ادب کے منابع اور اس مسئله پر که یه کن زبانوں سے ماخوذ ہیں یہاں بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے اسلامی ادب کے رومانی اور حکائیتی پہلو پر جب گفتگو کی جائیگی تب یه موضوع زیر بحث آئے گا۔ یہاں ان تصریحات اور ملاحظات کی ضرورت یوں

کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ گمنام رہنے کی خواہش کو ملائی اہل دانش کے عجز و انکسار پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ ہم عصر ملائی علماء کی مسکین مزاجی اور عزلت گزینی کے رجحانات کو دیکھ کر یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے نہ صرف اسلامی ادب بلکہ روحانی اور داستانی ادب بھی جو کلاسیکی دور سے متعلق ہے اسی روش کا شکار نظر آتا ہے۔ ملائی تاریخ کی مستند ترین کتاب شجرہ الملایو جو کثرت استعمال اور مقامی املا اور تلفظ کے زیر زبر بگڑ کر سجارہ ملایوں ہوگئی ہے خود اس کا مؤلف گمنام ہے اور تاریخ تصنیف بھی کتاب کے مواد کے پیش نظر متعین کی جاتی ہے۔ اس طرح داستانوں اور حکائیتوں کی ایک طویل فہرست ہماری دسترس میں ہے جن کے نہ تو مؤلفین کا ہمیں علم ہے اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ یہ کتابیں کب اور کہاں سلک تحریر میں پروئی گئیں۔

ملائی ادب کی اس خصوصیت کی توجیہ ایک اور زاویہ نظر سے بھی کی جا سکتی ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ صوفیائے کرام اور مبلغین نے اسلام کی شمع کو اس خطے میں فروزاں کیا۔ اسلام کی آمد سے قبل یہاں پر برھمنوں کی ایک مضبوط اور مستحکم ریاست جو ماجا پہت Mafapahit کے نام سے موسوم ہے جاوا میں قائم تھی۔ ھندو اثرات اتنے گہرے اور وسیع تھے کہ مقامی ادب بھی ان کی دستبردار اور اثر پذیری سے نہ بچ سکا تھا۔ اور اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو کلاسیکی ملائی ادب اسلام کی آمد سے قبل ھندو دیو مالا اور داستانوں پر مشتمل تھا۔ مقامی باشندے ذھنی طور پر اور جن کی بہادری اور شجاعت کے کارناموں سے متأثر تھے اور کوروں پانڈوں کی جنگ ان کے نزدیک شہادت اور مردانگی کی اعلیٰ روایات کی معیار تھی۔ جب مسلمان مبلغین نے یہاں اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں تو انھیں اس صورت حال

محسوس کی گئی کہ ملائی کتب سیرو مغازی کی غرض و غایت اور ان کے تاریخی اور ادبی مقام کو ان کی روشنی میں سمجھنے میں مدد مل سکے۔

مندرجہ بالا حکایات کے علاوہ کئی کتابیں رسول مقبول کی ازواج مطہرات اور اہل بیت سے متعلق بھی ملتی ھیں۔ بے جا نہ ہوگا اگر یہاں ان کا ذکر بھی کر دیا جائے۔

(٢٦) حکایت خدیجہ خاوند

اس حکایت کا صرف ایک قلمی نسخہ جامع ملایا کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا شمارہ Mss. 26 ہے۔

(٢٧) حکایت فاطمہ

اس حکایت کا بھی صرف ایک قلمی نسخہ جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں شمارہ Mss SH 97k کے تحت محفوظ ہے۔

(٢٨) حکایت فاطمہ بر سوامی

حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت علی کی شادی سے متعلق اس حکایت کا بھی ایک ہی قلمی نسخہ جامع لائیڈن کے کتب خانہ میں زیر شمارہ Mss SH 97k موجود ہے۔

ملائی زبان میں اس قسم کی داستانوں کے مروج ہونے کی ایک اہم وجہ عثمانی خلیفہ سلیم کی اس ھدایت اور تاکید کو قرار دیا جا سکتا ہے جو اس نے دوری، مسافت اور سفر کی صعوبتوں کے پیش نظر سلطنت آچہ کی سفارش کو سالانہ خراج کی رقم استنبول بھیجنے کے بجائے اسے میلاد کی محفلوں پر خرچ کرنے کے سلسلے میں ١٥٦٧ میں کی تھی۔ یہ بات خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ اس سال سماٹرا کی مسلم ریاست آچہ کو رسمی طور پر عثمانی ممالک محروسہ

کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلامی ذریعہ ادب اور حماسہ سرائی کی مسلمانی روایات کا سہارا لینا پڑا۔ چنانچہ امیر حمزہ اسکندر محمد ابن حنیفہ اور سب سے بڑھ کر شیر خدا حضرت علی کے بہادری اور شجاعت کے کارناموں کو یہاں متعارف کرایا گیا۔ مبلغین کی ایک بڑی تعداد ہندوستان سے آئی تھی جہاں پر اس قسم کا ادب پہلے ہی سے مروج اور متداول تھا اس طرح یہ داستانیں زبان زد خاص و عام ہوئیں اور کوئی شخص تنہا ان کے ترجموں یا تألیف کا دعویدار نہ بن سکا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کے مؤلفین نے گمنامی اختیار کی۔ رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ سے متعلق جن کتابوں کا بیان ذکر کیا گیا وہ بھی اس پس منظر میں ضبط تحریر میں لائی گئیں جو تألیفات کہ سنجیدہ اور معیاری تھیں اور کسی اھل دانش کے ذھنی ترشح کی ائینہ دار تھیں ان کے مؤلفین گمنام رہے کہ اس انداز کو قبول نہ کیا اور اپنا نام بطور یاد گار چھوڑ گئے۔

رسول اکرمؐ کے معجزات اور آپ کے اس دنیا سے پردہ کرنے کے واقعات سے متعلق جو ادب ملائی زبان میں ملتا ہے وہ ہندوستان سے مستعار لیا گیا ہے بہت سی کتابوں کے عنوانات ایسے ہیں کہ جس کے تحت فارسی اور اردو زبانوں میں پہلے ہی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ڈچ عالم هریقونیه The kchenesei Hargvonje نے ایسی کئی کتابوں کی نشاندھی کی ہے بقول اس کے اس سلسلے کی کئی رزمیہ داستانوں کے فارسی اور اردو متنوں بمبئی کے فتح الکریم پریس سے شائع ہو چکے ہیں۔ ملائی داستانی ادب کے منابع اور اس مسئلہ پر کہ یہ کن زبانوں سے ماخوذ ہیں یہاں بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے اسلامی ادب کے رومانی اور حکائیتی پہلو پر جب گفتگو کی جائیگی تب یہ موضوع زیر بحث آئے گا۔ یہاں ان تصریحات اور ملاحظات کی ضرورت یوں

کا کوئی پته نہیں چلتا۔ گمنام رہنے کی خواهش کو ملائی اہل دانش کے عجز و انکسار پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ ہم عصر ملائی علماء کی مسکین مزاجی اور عزلت گزینی کے رحجانات کو دیکھ کر یه بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے نه صرف اسلامی ادب بلکه روحانی اور داستانی ادب بھی جو کلاسیکی دور سے متعلق ہے اسی روش کا شکار نظر آتا ہے۔ ملائی تاریخ کی مستند ترین کتاب شجرہ الملایو جو کثرت استعمال اور مقامی املا اور تلفظ کے زیر زبر بگڑ کر سجارہ ملایوں ہوگئی ہے خود اس کا مؤلف گمنام ہے اور تاریخ تصنیف بھی کتاب کے مواد کے پیش نظر متعین کی جاتی ہے۔ اس طرح داستانوں اور حکائیتوں کی ایک طویل فہرست ہماری دسترس میں ہے جن کے نه تو مؤلفین کا ہمیں علم ہے اور نه ہی یه معلوم ہے که یه کتابیں کب اور کہاں سلک تحریر میں پروں گئیں۔

ملائی ادب کی اس خصوصیت کی توجیه ایک اور زاویه نظر سے بھی کی جا سکتی ہے جیسا که ہمیں معلوم ہے که صوفیائے کرام اور مبلغین نے اسلام کی شمع کو اس خطے میں فروزاں کیا۔ اسلام کی آمد سے قبل یہاں پر برھمنوں کی ایک مضبوط اور مستحکم ریاست جو ماجا پہہت Mafapahit کے نام سے موسوم ہے جاوا میں قائم تھی۔ ہندو اثرات اتنے گہرے اور وسیع تھے که مقامی ادب بھی ان کی دستبردار اور اثر پذیری سے نه بچ سکا تھا۔ اور اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو کلاسیکی ملائی ادب اسلام کی آمد سے قبل ہندو دیو مالا اور داستانوں پر مشتمل تھا۔ مقامی باشندے ذہنی طور پر اور جن کی بہادری اور شجاعت کے کارناموں سے متأثر تھے اور کوروں پانڈوں کی جنگ ان کے نزدیک شہادت اور مردانگی کی اعلیٰ روایات کی معیار تھی۔ جب مسلمان مبلغین نے یہاں اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں تو انہیں اس صورت حال

میں شامل کیا گیا تھا اور یہاں آل عثمان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا۔

جیسا کہ ملائی اسلامی ادب کے اس جائزے کی ابتداء میں اس بات کی تصریح کری گئی تھی کہ ملائی علماء اور اهل دانش نے تصوف اور فقه کے شعبوں میں زیادہ دلچسپی اور سرگرمی کا اظہار کیا ھے اور ان موضوعات پر ملائی ادب کا دامن پر نظر آتا ھے۔ تفسیر، حدیث، سیر و مغازی سے متعلق ملائی زبان میں جو کتابیں هم تک پهنچی هیں ان کی تشریح کے بعد اب آئینده اور تصنیفات کا جائزه لیں گے مگر اس سے قبل یه مناسب معلوم هوتا ھے که پهلے اس خطه کی علمی فضاء اور تعلیمی ماحول پر ایک غائرانه نظر ڈالی جائے تاکه اس مشاهدے کی روشنی میں مندرجه بالا موضوعات سے متعلق جواهر پاروں کے اس عظیم خزینے کا مطالع کیا جائے جو سارے مسلمانان عالم کا مشترکه تهذیبی اور فکری ورثه قرار پاتا ھے۔

نوٹ: اس مضمون میں بعض اسماء انڈونیشی اور ملائی زبانوں کے هیں جن کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دیا گیا ھے۔ گر قارئین ان کو پڑھنے میں دشواری محسوس کریں تو اس کی ذمه داری اداره پر نهیں هوگی۔

مدیر فکرونظر